تکثیری معاشرے کی تشکیل میں عدم تشدد کا کردار: گاندھی کے تصور "اہنسا" کا تجزیاتی مطالعہ

The Role of Non-violence in the Formation of a pluralistic society: An Analytical study of Gandhi's Concept "Ahimsa"

ڈاکٹر فاطمہ* حفصہ**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v8i2.3

Received: Aug 10,2025
Accepted: Nov 15, 2025
Published: December,2025

Abstract

A constructive society is based on the pillars of peace, justice equity & equality. They are the main factors which lead towards a peaceful & unbiased nation. It is an undeniable fact that a diverse multicultural society can't exist peacefully without the promotion of tolerance & teachings of non-violence.

Religions, Religious scholars & influential leaders play important role through propagation of their teachings & ideologies in conflict resolution & building of a constructive nation.

The current research work is based on the non-violence theory of Ahimsa in Hinduism, presented by Mahatma Gandhi which will provide guidelines that how to promote co-existence & tolerance to shape a peaceful society.

Keywords: Nonviolence, ahimsa, Hindu & Muslims.

تمہید:

پر امن معاشرے کا قائم اس معاشرے کے دائمی بقا کا ضامن ہے،اس کی غیر موجودگی تعصب اور انتشار کو دعوت دیتا ہے۔اس سلسلے میں توانا آواز مذہب،مذہبی رہنما،سیاسی اور سماجی پیشواؤں کی ہوتی ہے جو معاشروں کو اپنی تعلیمات،اپنے نظریات اور اپنے نعروں کے ذریعے پر امن اور متحد رکھ سکتے ہیں۔

* لیکچرار،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات،شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی،پشاور۔:fatimasaba@sbbwu.edu.pk
(Correspondence Author)
** لیکچرار،اینڈ پی ایچ ڈی اسکالر،ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات،شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی۔

اس حوالے سے برصغیر کی تاریخ میں ایک مؤثر آواز مہاتما گاندھی کی ہے جنہوں نے عدم تشدد (اہمسا) اور خاموش جدوجہد (ستیہ گری) کا راستہ اپنایا۔ وہ اس کے دور رس نتائج پر یقین رکھتے تھے۔ وہ اپنی زندگی میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں رہے اور اس دور کی استعماری طاقتوں کے خلاف بھی تشدد سے پاک جدوجہد کے حامی رہے۔

ہندوستانی معاشرے میں آج ایک دفعہ پھر مہاتما گاندھی کی تعلیمات کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تعصب اور نفرت کی خلیج کو یقیناً کم کر سکتی ہے۔

بحث اول: مخلف مذاہب میں رواداری اور عدم تشدد کا تصور

رواداری اور عدم تشدد کا درس الہامی اور غیر الہامی دونوں مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے اس کے بارے میں دو غیر الہامی مذاہب میں تعلیمات ملتی ہیں مثلاً:

جین مت میں اہمسا / اہنسا کا عقیدہ:

"جین مت کے چوبیسویں رہنما مہاویر جین جو کہ 450 ق م میں ہندوستان میں پٹنی کے قریب ایک کشتری خاندان میں پیدا ہوا، اس نے عمل کی درستگی کے لئے پانچ نقاط دیے جن میں ایک اہم نقطہ یہ ہے کہ اہمسا یا اہنسا (عدم تشدد) کسی جاندار کو تکلیف نہ دینا بلکہ نباتات تک کو تکلیف دینے سے گریز کرنا۔"[1]

اسی طرح بدھ مت کی تعلیمات میں بھی عدم تشدد کا ذکر کچھ اس طرح سے آیا ہے کہ پیروان بدھ مت کی تقسیم دو حصوں میں ہے:

1۔ "تارک الدنیا راہب و درویش

2۔ بدھ مت کے عام پیروکار

یہ وہ دنیا دار لوگ تھے جن کے لئے کام کاج میں مصروفیت کی اجازت تھی۔ ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ:

1۔ نیکی کی زندگی اختیار کریں۔

2۔ راہبوں کو دان دیں۔

3۔ اپنے اسلاف کی پرستش کریں۔

4۔ ہر ماہ میں چار روزے رکھیں۔

5۔ عمر بھر مذہبی احکام کی پابندی کریں اور یہ عہد کریں کہ کسی جاندار کی جان نہ لیں گے جو خود بخوشی نہ دے اس سے کچھ نہ لیں گے جھوٹ نہ بولیں گے زنا نہ کریں گے منشیات سے مکمل پرہیز کریں گے"۔[2]

گویا بدھ مت کے عام پیروکار پابند کیے گئے کہ معاشرے میں رہتے ہوئے، معاملات زندگی نبھاتے ہوئے تشدد اور جبر کا راستہ اختیار نہ کریں۔

ہندوؤں کے مشہور سیاسی رہنما موہن داس کرم گاندھی تشدد کے شدید مخالف تھے۔ ان کی تعلیمات عدم تشدد کے فلسفہ اہمسا/اہنسا/ستیہ گری پر مبنی ہیں۔ ہندو مذہب کی تعریف بیان کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ:

"جائز امور کے لئے عدم تشدد کے پیش لفظ متلاشی رہنا یعنی خاموشی سے تلاش حق کرتے رہنا[3]"

گویا وہ ہندو دھرم کو تشدد سے پاک دھرم سمجھتے تھے جیسے کہ اس تعریف سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

"گاندھی جی نے ستیہ گرہ کو اپنا ہتھیار بنایا۔ ستیہ گرہ کا مطلب عوامی سطح پر ظلم کے خلاف پُرامن طریقہ سے آواز اٹھانا۔ یہ طریقہ کار ہندوستان کی آزادی کا سبب بنا اور دنیا کے لئے انسانی حقوق اور آزادی کی تحریکوں کے لئے روح رواں ثابت ہوا۔ انہیں احترام سے مہاتما گاندھی اور باپو جی کہا جاتا ہے۔ انہیں ہندوستانی حکومت کی جانب سے بابائے قوم (Father of the Nation) کے لقب سے نوازا گیا۔ گاندھی جی کی پیدائش کا دن، جس کو گاندھی جینتی کے نام سے جانا جاتا ہے، پورے ملک میں قومی تعطیل

(National Holiday) کا درجہ رکھتا ہے اور دنیا بھر میں عدم تشدد (Non [4]Violence) کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔

اپنی دھرتی سے محبت ایک فطری عمل ہے لیکن مہاتما گاندھی اس معاملے میں بھی اپنے نظریہ عدم تشدد کو فائق اور مقدم رکھتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:

"جس دن ہندوستان تشدد میں یقین کا اعلان کرے گا میں ہندوستان چھوڑ دوں گا (اگر میں زندہ رہا) تب ہندوستان پر مجھے کوئی فخر نہیں ہو گا"۔[5]

مہاتما گاندھی ایک مختلف سوچ اور رائے کے حامل سیاسی رہنما تھے۔ انگریزوں سے آزدای کی تحریک کے سرگرم رکن ہونے کے باوجود اس مقصد کے حصول میں عدم تشدد کے حامی تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہتھیار کا استعمال مخالف فریق میں تشدد ابھارتا ہے۔ انھوں نے اپنی ساری جدوجہد میں ستیاگری کو ہی اپنا مسلک و مذہب بنا کر عوام اور خواص کو اس پر چلنے کی دعوت دی۔ تقابل ادیان کے مصنف منظور احمد اس بارے میں کہتے ہیں:

"عدم تشدد اور ستیہ ان کے مشہور اصول ہیں جنہیں انہوں نے سیاست میں شامل کیا۔ مسلم ہندو اتحاد کے حامی تھے، ذات پات کے مخالف تھے۔ ہندو قوم نے انہیں مہاتما کہا"۔[6]

گاندھی جی ایک بڑا احسان یہ بھی تھا کہ انہوں نے نہ صرف ہندوستانیوں میں عدم اعتماد بلکہ خود احترام کا جذبہ بھی پیدا کیا۔ انہوں نے ہندوستانیوں میں یہ احساس جگایا کہ وہ انگریزوں سے کم طاقتور نہیں ہیں بلکہ ان کو کچلنے کی کوشش اس لئے ہوتی ہے کہ ان میں ایک بڑی طاقت پوشیدہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ اس کی کامیابی کا سہرا فوجی طاقت کے نہیں بلکہ عوام کے سر جاتا ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے عدم تشدد کے راستے پر آزادی کی قیادت کر کے یہ پیغام بھی دیا تھا کہ تشدد کا راستہ نہ صرف جانی بلکہ مالی اور ماحولیاتی تباہی بھی لاتا ہے۔

ان کے عدم تشدد کے فلسفہ پر دو اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ایک یہ کہ ان کا طریقہ کار سست تھا اور دوسرا یہ کہ ان کے عدم تشدد کے فلسفہ کو ہندوستان کے علاوہ کہیں اور کامیابی نہیں مل سکتی لیکن تاریخ ان اعتراضات کے جوابات کچھ یوں دیتی ہیں کہ چین کے انقلاب کیلئے ماؤ تحریک کو 22 سال کا وقت لگا تھا، ویت نام 35 سال تک کی جدوجہد کے بعد آزاد ہوا تھا۔

1920ء میں جب مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لئے تحریک خلافت کو جنم دیا تو گاندھی کو اس کا سربراہ مقرر کیا۔اس تحریک کی جدوجہد کے دوران تاریخ یہ بتاتی ہے کے گاندھی نے اس کے تمام رہنماؤں اور پیروکاروں کو پرامن رہنے کی تلقین کی، جب بھی تحریک کی جدوجہد میں تشدد نظر آیا تو اسی وقت اس سے دستبردار ہونے کی ٹھان لی۔ گاندھی جی کے عدم تشدد کے راستے اور اس کی کامیابی نے ہی امریکہ کے سول رائیٹس لیڈر مارتھر لوتھر کنگ جونیر، جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا اور ویت نام کی اونگ سان سو کی کو اپنے ملک میں آزادی اور حقوق کی لڑائی میں عدم تشدد کے راستے نے ہی حوصلہ اور کامیابی بھی دی۔

مہاتما گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد سے متاثر ہونے والے انیسویں صدی کے آخر میں جنم لینے والے پشتونوں کے عظیم رہنما باچا خان بھی تھے جن کی جدوجہد عدم تشدد پر مبنی تھی۔ان کی کوششوں سے ایک لاکھ مرد، عورتوں اور نوجوانوں پر مشتمل خدائی خدمت گار کے نام سے ایک ایسا گروہ وجود میں آیا کہ جن کا مقصد افغانستان، پاکستان کے درمیان امن کا فروغ تھا اور اس کے قیام کے لئے عدم تشدد کو اپنا ہتھیار بنایا۔[7]

باچا خان کے نظریات کی پیروی کرنے والی جماعت عوامی نیشنل پارٹی آج بھی عدم تشدد پر یقین رکھنے کا دعوہ کرتی ہے۔

عصر جدید میں مہاتما گاندھی کی تعلیمات کی پرچار کے لئے بھارت کے اندر ایک فلم بنائی گئی ہے جو ان کے نظریات کی اہمیت واضح کرتی ہے:

اہنسا، گاندھی: دا پاور آف پاورلیس 'میں عدم تشدد کے گاندھیائی پیغام کے عالمی اثرات کو دکھایا گیا ہے۔اسی طرح ڈائریکٹر رمیش شرما کا فلم عدم تشدد کی قوت کی وضاحت کرتی ہے اور اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ آج بھی اہم کیوں ہے[8]

اہنسا، گاندھی: دا پاور آف پاورلیس 'میں عدم تشدد کی قوت کو دکھایا گیا ہے اور یہ کہ آج بھی یہ اتنی اہم کیوں ہے۔اس میں عدم تشدد کے گاندھیائی پیغام کے عالمی اثرات کو ظاہر کیا گیا ہے: کس طرح اس نے دنیا کے کئی لیڈروں کو تحریک دی، امریکہ میں شہری حقوق کی تحریک؛ پولینڈ میں یکجہتی تحریک کے ساتھ ساتھ نیلسن منڈیلا اور جنوبی افریقہ میں نسلی تعصب کے خلاف جدوجہد ۔ یہ بات دستاویزی فلم کے ڈائریکٹر رمیش شرما نے کہی ہے، جنہوں نے مہاتما گاندھی کے 150ویں یومِ پیدائش کے موقع پر ،انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے اور انہیں بھارت کے عدم تشدد پر مبنی آزادی کی تحریک کا لیڈر تسلیم کرنے کے لئے پیش کی ہے۔وہ آج گوا میں 51ویں بین الاقوامی فلم فیسٹیول میں ایک ورچوول پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔

ڈائریکٹر نے کہا کہ اہنسا گاندھی صرف ایک فلم نہیں بلکہ ایک جنون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ فلم ہمیں اس بات کی یاد دلاتی ہے کہ ہمیں عالمی سطح پر انسانی حقوق اور وقار کی بحالی کی ضرورت ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح گاندھی جی کا پیغام بھارت کی سرحد سے آگے تک پہنچتا ہے ، جس میں انہوں نے عدم تشدد کو ایک طاقتور ذریعے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آج بھی عدم انصاف کے خلاف لڑنے والے سماج کو تحریک دیتا ہے۔

جناب شرمانے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ آگے آئیں اور گاندھی کے عدم تشدد کے پیغام کو مشتہر کریں ،جو اُن کے بقول وقت کی ضرورت ہے۔ گاندھی جی کے بارے میں بولتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مہاتما ایک مکمل شخص تھے۔ اُن کا یقین تھا کہ ہر مذہب اور عقیدے کو ،اُس کی جگہ ملنی چاہیئے۔ اُن کو ڈر تھا کہ شمولیت کا تانا بانا ،اِن دنوں ٹوٹنے لگا ہے۔ گاندھی کبھی نہیں چاہتے تھے کہ یہ ملک ایک مذہب کا ملک بنے۔

فلم کی ایڈیٹر یامنی اپادھے نے بھی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ کالم کے پیغام کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس دو متبادل ہوتے ہیں - عدم تشدد یا عدم وجود۔

"یہ فلم بابائے قوم مہاتما گاندھی کے 150 ویں یومِ پیدائش کی یاد میں بنائی گئی ہے۔ یہ فلم ایک ایسے وقت میں بھی سامنے آئی ہے، جب جارج فلائیڈ کی حمایت میں ایک وسیع تحریک چل رہی ہے، جو ایک سیاہ فام شخص ہے، جس کو گزشتہ ماہ مینیسوٹا میں پولیس نے قتل کیا تھا"۔[9]

یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ نے گاندھی جی کی یوم پیدائش کو بین الاقوامی یوم امن قرار دیا تا کہ عوام میں عدم تشدد کا فلسفہ عام کر کے شعور پیدا کیا جا سکے۔ بھارت میں اس دن سرکاری تعطیل منائی جاتی ہے۔

بد قسمتی سے گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کو جاری نہ رکھا جا سکا، سماج میں کوئی ایسا رہنما پیدا نہ ہو سکا جو ان کی طرح رضاکاروں کی فوج بنا کر ان کو متحد رکھتا۔ تاریخ صرا یک نام اس سلسلہ میں ذکر کرتی ہے اور ان کو گاندھی جی کا روحانی وارث قرار دیتی ہے اور وہ تھے وینایک نرہری بھاوے جو کہ اچاریہ ونوبا بھیو کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے گاندھی کے نظریات کی پیروی کی لیکن ان کی طرح منظم اتحاد کو ترویج نہ دے سکے۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ان کے بعد لوگوں میں انقلاب کے

لئے اپنی مدد آپ کے تحت کا جذبہ مر گیا تھا اور تبدیلی کے لئے حکومت وقت سے توقعات رکھی جانے لگیں۔

دور جدید میں بھارت میں پائے جانے والی متعصب اور متشدد فضا کا ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ آزادی کے حصول کے بعد اس کے لئے کی جانے والی جدوجہد میں عدم تشدد کا کردار بھلا دیا گیا اور انتظامیہ نے اپنے قوانین کی بنیاد مغربی طریقہ کار پر رکھی جو ملک میں تقسیم کو آج بھی روا رکھے ہوئے ہیں۔ اسی خطرے کو بھانپتے ہوئے ایک مرتبہ گاندھی جی نے کہا تھا کہ:

"میرے مرنے کے بعد میری چتا کے ساتھ میری تحریروں کو بھی جلا دینا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ اہم وہ ہے جو میں نے عملی طور پر کیا۔" افسوس کہ قوم کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کا لکھا ہوا بھلایا بلکہ عدم تشدد کے جس راستے پر چل کر آزادی کا جشن منانے کا موقع دیا اسے بھی ترک کر کے خود کو آہستہ آہستہ گاندھی جی کو صرف ان کے یوم پیدائش اور یوم وفات پر یاد کرنے کی ایک روایت کا فقیر بنا دیا ہے۔[10]

ملک کے موجودہ حالات میں گاندھی جی کے فلسفہ عدم تشدد کی اہمیت اور افادیت:

دور جدید میں ہم اگر ملک بھارت کا اس تناظر میں جائزہ لیں تو ہندو مسلم معاشرہ میں تعصب اور نفرت کی فضا چھائی ہوئی ہے جو اکثر اوقات تشدد میں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے تعلیم اور ترقی کی راہیں ان کی آبادی کے حساب سے مسدود ہیں، مذہبی احکامات اور شعائر کی بجا آوری میں رکاوٹیں ہیں۔ اسی طرح معاش کے مواقع بھی یکساں میسر نہیں ہیں۔ ان حالات میں مہاتما گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی لکھتے ہیں:

"آہنسا کا فلسفہ اِس قابل ہے کہ اُن پر پوری دیانت داری کے ساتھ آج بھی عمل کیا جائے تو ملک کے اندر پیدا شدہ تشدد اور عدم برداشت کے ماحول کو ہم دور کر سکتے ہیں۔ ملک کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ گاندھی جی کی سوچ کے حامل سماجی کارکن آگے آئیں اور گاندھی جی کے اصولوں پر عمل کرکے ہندو مسلم ایکتا کے لئے کوشش کرکے قوم کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ صلاحیتیں لگوائیں جو وقت کی عین ضرورت ہے۔

گاندھی جی کا مسلک تھا کہ "سرو دھرم سمبھاؤ" یعنی تمام مذہبوں کو پھلنے پھولنے کی آزادی ہو یا یوں کہو "جیو اور جینے دو"، یہ وہ اصول ہے جو آج بھی ہمارے ملک کی ترقی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ ہندوستانی قوانین کے مطابق ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ ہم گاندھی جی کی تقریروں کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے ذات پات، مذہب، علاقائیت، رنگ و نسل اور زبان کی بنیاد پر مختلف طبقوں کے درمیان ہم آہنگی اور جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مہاتما گاندھی کو اس کا احساس تھا کہ ہندوستان کو اُس وقت تک آزادی نہیں مل سکتی جب تک کہ یہاں کے رہنے اور بسنے والے دو بڑے طبقے یعنی ہندو مسلم باہم مل جل کر رہنا نہیں سیکھ لیں۔ اگر آزادی مل بھی گئی تو حقیقت میں وہ آزادی نہیں ہو گی، جو ہم چاہتے ہیں۔ اسی لئے گاندھی جی ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، اُن کا یہ خیال تھا کہ اگر ہندو اور مسلمان امن و بھائی چارہ کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں سیکھ لیتے تو اس ملک کا، جسے ہم ہندوستان کے نام سے جانتے ہیں، وجود ختم ہو جائے گا۔[11]

مذکورہ بحث کے یہ نتائج سامنے آتے ہیں کہ مہاتما گاندھی ایک دور اندیش سیاسی رہنما تھے۔ مستقبل کے خطرات سے واقف تھے اسی لئے ان کی تعلیمات میں ہمیں ایک پر امن معاشرہ کے قیام کی جدوجہد نظر آتی ہے اور وہ جدوجہد عدم تشدد کے فلسفہ پر مبنی ہے جو موجودہ ہندوستان میں بالخصوص اور عالمگیر معاشرے میں بالعموم امن اور رواداری کے قیام کا باعث بن سکتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1] ۔منظور احمد، تقابل ادیان ومذاہب، علمی بک ہاؤس، لاہور، 2004ء، ص34

Manzoor Ahmad,Taqabul-e-Adyan wa Mazahib. Lahore: Ilmi Book House, 2004.

[2] ۔منظور احمد، تقابل ادیان ومذاہب، علمی بک ہاؤس، لاہور، 2004ء، ص46

Manzoor Ahmad, Taqabul-e-Adyan wa Mazahib. Lahore: Ilmi Book House, 2004.

[3] ۔اسلام اور دنیا کے مذاہب، جی۔این۔امجد، الحاج، مفید عام پبلشرز، لاہور، 1977ء، ص:363۔

G. N. Amjad al-Hajj, Islam aur Duniya ke Mazahib. Lahore: Mufeed ‘Aam Publishers, 1977

[4] https://urdu.millattimes.com/archives/61467www.Danishpress.com-

https://drive.google.com/file/d/13Lh1GpLOJRbxvhl6tSF4iO9E1aUnRHBR/view

انڈیا آف مئی ڈریمز (راج پال اینڈ سنز) سے ماخوذ

[5] http://thewireurdu.com/86196/mahatma-gandhi-india-of-my-dreams/

[6] ۔میاں منظور احمد، تقابل ادیان ومذاہب، علمی بک ہاؤس، لاہور، 2004ء، ص:31

Mian Manzoor Ahmad, Taqabul-e-Adyan wa Mazahib. Lahore: Ilmi Book House, 2004

[7] ۔باچاخان، عدالغفار خان، زماجوند او جدوجہد، تالیف: اسد اللہ صفی، ص356۔

Bacha Khan (Abdul Ghaffar Khan), Zama Jwand aw Jiddo Juhd. Authored by Asadullah Safi

[8] Posted On: 21 JAN 2021 2:42PM by PIB Delhi--

[9] https://pib.gov.in/PressReleasePage.aspx?PRID=1691104 -

[10] 7257.html#https://www.urdu.awazthevoice.in/opinion-news/mahatma-gandhi-and-non-violence-

[11] -https://urdu.millattimes.com/archives/61467